عاقبة الامور ۔

ترجمہ ۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔

۴ ۔ خلافت میں مصلحِ اعلیٰ | آسمانی بادشاہت میں مصلحۃ اعلیٰ (سرکاری پالیسی) رحمت عامہ ہے اور خلافت میں اس کا نمونہ اخوۃ اور شفقت علی الحق ہے جس سے تمام اقوام وملل اور تمام اوطان واقالیم مل کر خلافت کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو سکتی ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين ۔ قول الله عزوجلّ انما المؤمنون اخوة

اور ہم نے آپ کو کسی بات کے لئے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان پر مہربانی کرنے کے لئے اور مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں ۔

۵ ۔ خلافت میں میزانِ اعلیٰ | آسمانی بادشاہت میں میزان اعلیٰ قانون قدرت ہے جو بضمن طبیعات اور اسباب کام کرتا ہے ۔ خلافت میں اس کا نمونہ قانونِ شریعت ہے جو بضمن عقل واختیار کار پرداز ہوتا ہے جس کے معیار سے اقوام عالم سربلند اور سرنگوں کی جاتی ہے ۔ ارشاد ہے : بيده الميزان يرفع به اقواماً ويضع به آخرين (مسلم)

اسی کے ہاتھ میں میزان ہے جس سے وہ کسی قوم کو سربلند کر دیتا ہے اور کسی کو سرنگوں ۔

۶ ۔ خلافت میں حلف وفاداری | آسمانی بادشاہت میں حلف وفاداری بصورت طبعی انقیاد وتسلیم ہے اور خلافت میں اس کا نمونہ ارادی بیعت امیر ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم ۔

جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ۔

۷ ۔ خلافت میں عملی اطاعت شعاری | آسمانی بادشاہت میں شاہی اطاعت بمعنی عبادت ہے ۔ اور خلافت میں بمعنی سمع واطاعت ہے ، حدیث شریف میں ہے :

سمعوا واطيعوا ولو امر عليكم عبد حبشي مجدّع الاطراف

سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر امیر بنا دیا جائے کوئی حبشی غلام جس کے دست وبازو بھی صحیح سالم نہ ہوں بریدہ ہوں یعنی بظاہر ذلیل حقیر سمجھا گیا ہو ۔

پس آسمانی بادشاہت کے نظائر سے جو خلافت میں رکھے گئے ہیں ۔ خلافت کے بھی سات ہی اصول وارکان ثابت ہو جاتے ہیں ۔ امیر عامہ ۔ قانون سماوی مجلس شوریٰ ۔ اقامت دین ۔ اخوت ومساوات ۔ بیعت خالص ۔ سمع وطاعت ۔

خلافت سے شاہیت کا رد ان مذکورہ سات آسمانی اصول کا اسوہ لے کر جب خلافت کا ڈھانچہ تیار کیا جائے گا اور اس میں سات اصول بحیثیت مجموعی استعمال کئے جائیں گے تو اس کی روشنی سے خود بخود اسلامی سلطنت کے ایسے انداز پیدا ہو جائیں گے جو اسے آسمانی بادشاہت اور آسمانی بادشاہت کا پیرو بنا دیں گے۔ اور اس امارت میں سے بعد کی اختراعی حکومتوں اور اصطلاحی سیاستوں کے بہت سے ایسے اصول کی جڑ کٹ جائے گی جنہوں نے نتیجہ کے طور پر انسانوں کو خدائی اختیارات دے کر انسانی برادری کو بد اخلاقیوں، بداعمالیوں اور باہمی پھوٹ کا شکار بنایا اور دنیا کے امن و سکون کو بے معنی کر دیا ہے۔

خلیفہ کے القاب حضرت ابوبکرؓ عالم اسلامی کے نظم و نسق اور آئین اسلام کے قیام میں آنحضرت صلعم کے قائم مقام تھے اس لئے آپ کا لقب خلیفہ رسول اللہ تھا۔ حضرت عمرؓ کا لقب کچھ عرصہ خلیفہ رسول رہا اس لئے اس لفظ کے ترکیبی ثقل کی وجہ سے امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا گیا۔ یہ لقب اس پر بھی ہلکی سی روشنی ڈالتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے حکومت کا دائرہ وسیع کرنے کا عزم کر لیا تھا اور حضرت عمرؓ ان کے قائد تھے کیونکہ "امیر" عہد جاہلیت میں فوج کے سردار کو کہا جاتا تھا۔ اسلام میں حضرت عمرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ لقب اختیار کیا تھا۔ سچ پوچھئے تو حضرت عمرؓ ہی کی روحانی قیادت، فتوحات اسلامیہ میں کارفرما تھی اس لفظ کے مفہوم میں جنگی اور انتظامی قیادت داخل ہے۔ آپ اس کے صحیح مصداق تھے خلیفہ کو "امام" اس لئے کہا جاتا تھا کہ اُسے مذہبی تقدس حاصل تھا اور وہ نماز میں امامت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ جو مسلمانوں میں دینی مرکزیت پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ قرآن میں یہ لفظ پیشوا، رہنما اور سردار کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسلام کے دور اول میں خلیفہ کے تین لقب تھے۔ خلیفہ امیرالمومنین اور امام یہ خلیفہ کے مشہور القاب تھے (النظم الاسلامیہ۔ از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن پروفیسر تاریخ اسلام قاہرہ یونیورسٹی)

خلیفہ کی صفات اور شروط خلیفہ کے لئے علم، عدالت، کفایت اور ان اعضاء اور حواس کی صحت و سلامتی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ جن کا اثر رائے اور عمل پر پڑتا ہو۔ امام انقلاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ البالغہ میں خلیفہ کے لئے مندرجہ ذیل شرائط اور صفات ذکر کئے ہیں۔

واضح رہے کہ خلیفہ کے اندر عاقل بالغ آزاد مرد شجاع صاحب رائے سننے والا اور دیکھنے والا اور گویا ہونا شرط ہے اور اس کا ایسا شخص ہونا شرط ہے کہ لوگ اس کی اور اس کے نسب کی شرافت کو تسلیم کرتے ہوں اور اس کی فرماں برداری سے عار نہ کرتے ہوں اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ وہ سیاست مدنیہ میں حق کا اتباع کرے گا یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر عقل دلالت کرتی ہے اور از اں جملہ اسلام اور علم اور عدالت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی مصالح بغیر ان امور کے تمام نہیں ہوتے اور اس پر مسلمانوں کا اجتماع ہے اور اس امر پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان سے خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں حاکم بنا دے گا

جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا۔ مقدمہ ابن خلدون میں امامت کے لئے علم، عدالت، کفایت اور سلامتی حواس و اعضا شرط قرار دئے گئے ہیں۔

انتخاب خلیفہ خلافت چند طرح سے منعقد ہوتی ہے ایک تو ان لوگوں کے بیعت کر لینے سے جو حل و عقد کے مالک ہیں۔ جیسے علماء اور رؤسا اور وہ امراء لشکر جو صاحب الرائے اور قوم کے خیر خواہ ہوں جس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ وصیت کرے کہ فلاں شخص کو خلیفہ بناؤ جس طرح حضرت عمرؓ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ کسی خاص شخص کے لئے قوم کے اندر مشورہ ہو جس طرح حضرت عثمانؓ بلکہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انعقاد ہوا۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص جس میں یہ شرائط پائی جائیں لوگوں پہ قادر اور مسلط ہو جائے جس طرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

وجوب تقرر خلیفہ و امام خلیفہ و امام کا تقرر و تعین واجب اور لازمی ہے۔ اور اس کا وجوب اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو صحابہ کرام نے فوراً ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اور اپنے امور ملکی انہیں کے سپرد کئے۔ پھر آپ کے بعد بھی انتخاب خلیفہ و امام کو نہایت اہمیت رہی اور ہر زمانہ میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ کبھی انسانوں کو آزاد بے مہار نہیں چھوڑا گیا۔ تو گویا اس لحاظ سے خلیفہ اول و امام کے تقرر پر اجماع امت ثابت ہوا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ امامت کا قیام اجماع کی رو سے نہیں بلکہ عقل کے ماتحت واجب ہے۔ اجماع امت نے عقل کے تقاضے کو نافذ و جاری کیا ہے اور عقل امامت کی اس لئے مقتضی ہے کہ انسان کی اجتماعی زندگی اور اس کا وجود بغیر امام کے ممکن نہیں کیونکہ جب بنی نوع انسان مل جل کر رہیں گے تو اغراض و مقاصد کے آپس میں ٹکرانے کی وجہ سے وہ بغیر لڑے بھڑے رہ نہیں سکتے پس جب تک کوئی فیصلہ کن حاکم نہ ہوگا دنیا پوری کی پوری میدان جنگ بن جائے گی۔ اور پھر آخر میں ہلاکی کے بھینٹ چڑھے گی۔ اور نوع انسانی ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ نوع انسانی کی حفاظت شریعت کا نہایت اہم مقصد ہے لیکن حکماء کا قول ظاہر البطلان ہے کیونکہ لوگ خود سمجھ سمجھا کر ظلم و تعدی اور جنگ و جدال سے ہاتھ کھینچ لیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ خلافت و امامت کی ضرورت و وجوب پر صرف اجماع امت دلالت کرتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

دینی خلافت اور دنیاوی سلطنت کا فرق خلافت کے متعلق جو کچھ اوپر مذکور ہو چکا ہے اس سے یہ شبہ گذرتا ہے کہ خلافت محض بادشاہت اور سلطنت کا نام ہے تو ہر ایک بادشاہ کو خلیفہ کہا جا سکتا ہے اور خلافت کو مذہب سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں میں خلیفہ صرف اس بادشاہ یا حکمران کو کیا جا سکتا ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ حکومت و سلطنت کا وارث اور امر سلطنت میں آپ کا جانشین ہو اور اعمال دینیہ یعنی نماز، فتویٰ، قضا

عدالت احتساب جہاد وغیرہ کا مہتمم اور تکالیف شرعیہ پر عوام الناس کو آمادہ اور عمل کرنے کی ہدایت کرے۔ شریعت اسلام مصالح دنیوی اور مصالح اخروی دونوں پر مشتمل ہے۔ ایک غیر مسلم اور دنیوی بادشاہ کے ذریعہ جو نوع انسان کی خدمت اور رفاہ عام کا کام انجام پذیر ہوتا ہے۔ اس سے بدرجہا بہتر کام خلیفہ یعنی احکام رسول کے موافق کرنے والے کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ ایسی حکومت جو قانون شرع کے موافق دنیا میں قائم رہی وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی حکومت تھی اسی حکومت و سلطنت کا نام خلافت راشدہ ہے۔ (تاریخ اسلام)

بیعت اور شوریٰ | خلیفہ کے انتخاب کے بعد بیعت اور اس طرح شوریٰ کو تشکیل دینا بھی اہم اور ضروری مقاصد میں سے ہیں مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ بیعت طاعت پر عہد کرنے کا نام ہے۔ گویا بیعت کرنے والا اپنے امیر سے عہد کرتا ہے کہ وہ اپنے ذاتی اور مسلمانوں کے تمام امور میں امیر کے اختیارات کو تسلیم کرتا ہے۔ پھر یہ رسم چلی آرہی ہے کہ جب امیر سے بیعت کرتے ہیں اور عہد باندھتے ہیں تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں تاکہ عہد کی اور زیادہ پختگی ظاہر ہو۔ یہ فعل گویا بائع و مشتری کے فعل کے مشابہ ہوا اس لئے اس کا نام بیعت رکھا۔ جو باع کا مصدر ہے اور اب بیعت مصافحہ کرنے سے عبارت ہوئی۔ بیعت الخلفاء اور ایمان البیعہ بھی اسی زمرہ کی چیز ہے اور اب عرف میں بیعت کے لفظ کا اطلاق مجازاً ہوتا ہے جو دراصل عہد علی الاطاعت کا نام ہے۔

شوریٰ سے متعلق دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب مدظلہ لکھتے ہیں:۔

قانون فہمی کے لئے ایک مجلس کا ہونا ناگزیر ہے۔ کیونکہ اسلام کے جامع احکام میں مناسب وقت ہدایات اخذ کرنے میں ایک دماغ کام نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جو قانون سارے دماغوں کے مجموعہ پر حاوی ہونے کے لئے اتارا گیا ہو اس کے مجموعہ پر ایک جزی اور شخصی دماغ حاوی کیسے ہوسکتا تھا اس لئے امیر اور قانون سماوی کے ساتھ مجلس شوریٰ لازم کی گئی۔ پس شوریٰ کا اہم اور بنیادی کام یہ ہے کہ امیر کو نہ قانون سماوی سے باہر جانے دے اور نہ قانون کے اندر غلط روی اختیار کرے۔ اس لئے اسلام میں امیر کو مجلس شوریٰ کا پابند بنایا گیا نیز اقتدار اعلیٰ کے ساتھ ملاء اعلیٰ یعنی امیر کے ساتھ مجلس شوریٰ کا جوڑ لگا دینے سے ایک طرف تو شخصی سلطنت اور استبداد کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اور ڈکٹیٹر شپ کسی نہج سے بھی اسلامی چیز قرار نہیں پاتی ساتھ ہی موروثیت اور خاندانی گدی نشینی کی بھی جڑ نکل جاتی ہے اور امیر صالح کا انتخاب اساسی چیز قرار پاتا ہے:۔